محترم ناناجان ! مولاناابواللیث اصلاحی ندویؒ-ایک نظر میں

12/12/2016 اسامہ شعیب علیگ

میرا ناناجان سے تعلق بس اتنا ہی رہا کہ میں نے ان کو اپنی زندگی میں صرف تین بار دیکھا۔ میں اپنی عمر کی اس منزل میں تھا جس میں میرا شعور ابھی بہت بیدار نہیں ہوا تھا لیکن مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے جب غالباً اگست 1990ء میں ناناجان تھوڑی دیر کے لیے گھر پر (بلریاگنج،اعظم گڑھ،یوپی،ہندوستان) تشریف لائے اور انہوں نے مجھ پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور دعاوں سے نوازا۔ دوسرا منظر وہ ہے جب ناناجان امیر جماعت اسلامی ہند کے منصب سے سبکدوش ہو کر چاندپٹی آچکے تھے اور اپنی وفات سے کچھ دن قبل علالت کی وجہ سے اعظم گڑھ کے ایچ-ایم ہاسپٹل میں داخل تھے۔ میں اپنے والد محترم کے ساتھ ان کے پاس تھا، وہ لیٹے ہوئے تھے اور اسی حالت میں انہوں نے نماز ادا کی تھی۔ تیسرا منظر وہ ہے جب ناناجان کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے آبائی وطن چاندپٹی، اعظم گڑھ میں انہیں گھر کے برآمدے میں ایک چارپائی پر رکھا گیا تھا۔ گھر میں اعزہ واقارب جمع تھے۔ اس کے بعد سے اب تک میں والدین، اعزہ و اقارب، مختلف اساتذہ کرام اور ناناجان کے قریبی دوستوں وغیرہ سے ان کی شخصیت کے مختلف پہلووں پر گفتگو سنتا رہا ہوں اور ان پر لکھے گئے مختلف مضامین کا مطالعہ کیا ہے۔ جن کی مدد سے میں نے مولانا کی شخصیت پر ایک عموی نظر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

مولاناابواللیث اصلاحی 15 فروری 1913ء میں اعظم گڑھ سے 22 یا 23 کلومیٹر دور ایک گاوں چاندپٹی (سینسز (Census) 2011ء کے مطابق چاندپٹی 198.29 ہیکٹر زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی 8289 ہے اور تعلیمی شرح 76.42 فیصد ہے) میں پیدا ہوئے۔ آپ دو بھائی اور پانچ بہن تھے۔ بڑے بھائی کا نام عباس تھا اور چھوٹے خود مولانا تھے۔ مولانا کے والد محترم کا نام توجہ حسین تھا جن کا شمار گاوں کے باوقار زمین داروں میں ہوا کرتا تھا اور والدہ محترمہ کا نام صفوحت صاحبہ تھا جو رسول پور، اعظم گڑھ کی رہنے والی تھیں۔ آپ کا پہلا نام شیر محمد رکھا گیا لیکن پھر بعد میں ابواللیث ہو گیا۔ اس سلسلے میں دو روایتیں ملتی ہیں۔ اول یہ کہ مولانا امین احسن اصلاحی یہ نام آپ کے لیے تجویز کیا اور مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اسے پسند فرمایا۔ دوم مولانا احمد محمود اصلاحی کے مطابق مراکش کے مشہور عالم دین علامہ تقی الدین ہلالی نے آپ کا نام بدل کر ابواللیث رکھا اور پھر یہی نام معروف ہوا۔

مولانا کی ابتدائی تعلیم چاندپٹی اور محمد آباد گوہنہ، اعظم گڑھ میں ہوئی۔ اس دوران مولانا کی تعلیم و تربیت میں مولوی محمد یوسف اور مولوی محمد واحد کا اہم کردار رہا۔ 6 اگست 1925ء کو آپ نے مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ کے درجہ عربی اول میں داخلہ لیا. یہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے 1931ء میں ندوۃ العلماء کا رخ کیا اور 1932ء میں فراغت حاصل کی۔ 1934ء میں وہیں استاذ مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے مضمون 'مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ' میں مولانا کی ندوہ آمد کا سن 31-1930 لکھا ہے:

"اگرچہ وہ غالباً 31-1930 میں دارالعلوم میں آئے، تین چار سال آخری درجوں میں تعلیم پانے کے بعد جس میں درجے کی رفاقت نہیں رہی مگر طبعی مناسبت اور مزاج وذوق کے اشتراک کی بنا پر بہت قرب و موانست رہی۔ یہ وہ دور ہے جب مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی، مولانا حافظ محمد عمران خان ندوی اور مولانا محمد اویس ندوی، ہم سب ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور دارالعلوم کی مجلسوں اور سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ پھر جب ہم سب کے استاذ امام عربیت اور فاضل یگانہ علامہ شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی، صدر شعبہ ادب عربی کی حیثیت سے لکھنو میں مقیم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاذ و مربی ہوئے، توان سے استفادہ کرنے والوں میں جو نوجوان پیش پیش تھے ان میں مولانا ابواللیث صاحب بھی تھے۔ شیخ کو بھی ان سے آخر تک سرپرستانہ و مشفقانہ تعلق رہا اور وہ عراق و مغرب منتقل ہونے کے بعد بھی ان کو نہیں بھولے۔ اس کے بعد جب میں 1934ء میں دارالعلوم کے اساتذہ کی سلک سے منسلک ہوا تو مولانا ابواللیث صاحب کا بھی قریبی زمانہ میں بحیثیت استاذ کے تقرر ہوا۔" (سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ، تعمیر حیات، مجلس صحافت و نشریات، دارالعلوم، ندوۃ العلماء، لکھنو، شمارہ 4، جلد 25، 28 دسمبر 19909، ص

مولانا ابواللیثؒ کے اساتذہ کرام میں مولانا امین احسن اصلاحی، اختر احسن اصلاحی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا تقی الدین الہلالی المراکشی وغیرہ جیسی مشہور شخصیتوں کے نام آتے ہیں۔ اصلاح وندوہ کی تعلیم و تربیت کے بعد بھی مولانا کا شوقِ قرآن فہمی پورا نہ ہوا تو وہ صوبہ بہار، ضلع نالندہ کے ایک گاوں 'گیلان' پہنچے اور وہاں چھ ماہ رہ کر مولانا مناظر احسن گیلانی، جنہیں مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے 'ندوۃ العلم' لکھا کرتے تھے، کی صحبت میں رہ کر اپنا شوق قرآن فہمی پورا کیا۔ (مولانا حاذق ضیائی سہسرامی، مولانا ابواللیث کی فکری و عملی زندگی پر ایک نظر، رفیق منزل، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئ

دہلی،اکتوبر 1991، شمارہ 11، جلد 4، ص 47) شاگردوں میں مولانا ابو بکر اصلاحی، مولانا نظام الدین اصلاحی اور مولانا عبدالحسیب اصلاحی وغیرہ ہیں۔

1946ء میں مولانا کو سرائے میر کا امیر مقامی منتخب کیا گیا۔ دین کی اشاعت و تبلیغ کے نتیجے میں آپ کو حکومت کی طرف سے مختلف اوقات میں گرفتار بھی کیا گیا۔ آپ 54-1953ء میں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے اور ایک سال نظر بند رہے ۔1965ء میں دوبارہ چار (4) مہینہ کے لیے گرفتار ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد 16 اپریل 1948ء کو الہ آباد کے ایک نمائندہ اجتماع میں اتفاق رائے سے امیر جماعت اسلامی ہند بنائے گئے۔ اس منصب پر آپ مسلسل چوبیس (24) سال (1948-1972) تک فائز رہے۔ 1975ء میں ملک میں ایمر جنسی نافذ ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی گرفتار کیا گیا اور تقریباً 19 مہینہ جیل میں رکھا گیا۔ اکتوبر 1981ء میں آپ کو دوبارہ جماعت اسلامی ہند کا امیر بنایا گیا اور اس منصب پر مارچ 1990ء تک رہے۔ اس طرح سے آپ کی کل مدتِ امارت بتیس (32) سال ہوتی ہے۔ 28 جولائی 1990ء میں آپ منصبِ امارت سے سبکدوش ہو کر دہلی سے واپس چاندپٹی تشریف لے آئے۔ 5 دسمبر 1990ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نانی جان کا نام طیبہ خاتون (م 1981) تھا، جن سے چھ بیٹیاں (بالترتیب محترمہ صفیہ صاحبہ، محترمہ رضیہ صاحبہ، محترمہ عطیہ صاحبہ، محترمہ راشدہ صاحبہ، محترمہ ساجدہ صاحبہ اور محترمہ صالحہ صاحبہ) اور ایک بیٹا (محترم ابو سعید صاحب) ہیں۔

مولانا کی بعض نمایاں خصوصیات

دنیا سے دوری و بے رغبتی، سادگی و قناعت اور خدا ترسی و تقویٰ مولانا ابو اللیث اصلاحی کی نمایاں خصوصیات رہی ہیں۔ چناں چہ حضرت سید ابو الحسن علی ندویؒ اپنے مضمون " مولانا ابو اللیث اصلاحی ندویؒ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مولانا ابو اللیث اصلاحی ایک عظیم و موقر جماعت کے امیر ہونے کے باوجود ان کی سادگی تواضع اور عالمانہ و مدرسانہ طرزِ زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا، وہ اپنے قدیم دوستوں سے اسی بے تکلفی اور اخلاص سے ملتے تھے جیسے اپنے زمانہ طالب علمی و تدریس میں ملتے تھے اور مشائخ و علماء سے بھی ان کے روابط قائم رہے۔" (سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا ابو اللیث اصلاحی ندویؒ، تعمیر حیات، مجلس صحافت و نشریات، دار العلوم، ندوۃ العلماء، لکھنو، شمارہ 4، جلد 25، 28 دسمبر 1990، ص 9

سادگی مولانا کی فطرت کا حصہ تھی۔ مولانا سید صباح الدین عبد الرحمٰن، ناظم دار المصنفین، اعظم گڑھ، ڈاکٹر ذاکر حسین، صدر جمہوریہ ہند کا قول نقل کیا کرتے تھے کہ مولانا ابواللیث ندویؒ کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔ سلفی مکتب فکر کے اصحاب مولانا کو 'سلمان فارسی' کہتے اور مولانا کی سادگی کا کریڈٹ سلفی مسلک کے مشہور مبلغ اور شہرہ آفاق عالم دین علامہ تقی الدین ہلالی المراکشی کو دیتے تھے کہ مولانا ابواللیث ندوی پر اپنے عرب استاذ ہلالی کا بہت ہی اثر ہے۔ (مائل خیر آبادی، مولانا ابواللیث ندویؒ، رفیق منزل، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی، اکتوبر 1991، شمارہ 11، جلد 4، ص 39

عمومی طور سے انسان حقوق العباد میں کمزور نظر آتا ہے لیکن اس میں بھی مولانا پر اللہ تعالیٰ کی رحمت رہی، چناں چہ وہ اپنے تمام ہی ذوی القربیٰ، عزیز اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ رشتہ داروں کو دینے کی کوشش کی، کبھی لینا نہیں پسند فرمایا۔ موجودہ دور میں اکثریت نے لڑکیوں کو وراثت میں حصہ دینے سے غفلت برتتی ہے، لیکن مولانا نے اپنی بہن (ختم النساء مرحومہ) کو ان کا حصہ دینے کی ہر ممکن کوشش کی، جب وہ اس پر کسی طرح سے بھی راضی نہ ہوئیں تو ان سے تین بار عہد لیا کہ وہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں مانگیں گی۔ اس کے بعد ہی آپ مطمئن ہوئے۔

آپ کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ بھی رہا کہ باوجود امیر جماعت ہونے اور مختلف بڑی ذمہ داریوں کے بوجھ سنبھالنے کے بعد بھی کبھی اپنے گھریلو معاملات سے غافل نہیں ہوئے۔ انہوں نے نانی جان (طیبہ خاتون، اہلیہ، مولانا ابواللیث صاحب) کی وفات کے بعد نہ صرف گھر کو سنبھالا بلکہ اولاد کو بھی کسی طرح کی کوئی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ میری خالہ (محترمہ صفیہ صاحبہ، مولانا کی سب سے بڑی بیٹی) نے مجھے بتایا کہ وہ ایک بار دس دنوں تک ہاسپٹل میں داخل تھیں تو اس دوران والد محترم (مولانا) باوجود اپنی مصروفیات کے بذات خود ان کے لیے کھانا وغیرہ روزانہ لے کر آتے تھے۔

مولانا ابواللیث صاحب نے جماعتی سرگرمیوں و دیگر مصروفیات کے باوجود اولاد کی تربیت کا بھی خصوصی خیال رکھا۔ آپ کا اندازِ تربیت حکماً، وعظ و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ والا نہیں تھا، بلکہ آپ ان کے سامنے عملی نمونہ پیش کرتے تھے۔ میں نے اپنی تمام خالاؤں مع والدہ محترمہ سے پوچھا کہ کیا ان کو کبھی نانا جان (مولانا) نے کسی بات پر ناراض ہو کر مارا یا ڈانٹا تھا؟ سب کا جواب 'نہیں' میں تھا۔

مولانا کے اندازِ تربیت کے سوال پر خالہ جان (محترمہ عطیہ صاحبہ، مولانا کی تیسری بیٹی) نے بتایا کہ ایک بار والد مرحوم (مولانا) اور والدہ مرحومہ دونوں نے ایک ساتھ پانی کے لیے آواز لگائی۔ وہ جب پانی لے کر گئیں تو والد محترم نے فرمایا کہ پہلے اپنی والدہ کو پانی پلاؤ کیوں کہ ماں کا حق زیادہ ہے۔ حالاں کہ مردوں کے لیے یہ ناگوار گزرتا ہے کہ اس پر عورت کو ترجیح دی جائے، لیکن مولانا نے اس حدیث نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے تربیت کی جس میں ماں کا حق باپ کے حق سے تین گنا زیادہ بتایا گیا ہے۔ مولانا نے اپنی اولادوں کو سلام کرنے کی خصوصی تاکید کی اور اس پر سختی بھی کی۔ مجھے خالہ جان (محترمہ راشدہ صاحبہ، مولانا کی چوتھی بیٹی) نے بتایا کہ ایک بار وہ گھر میں بنا سلام کیے ہی داخل ہو گئیں تو والد محترم (مولانا) نے انہیں واپس جانے اور سلام کرتے ہوئے آنے کا حکم دیا۔

مولانا اپنی اولاد کی تعلیم کے سلسلے میں بھی کبھی غافل نہ رہے۔ سب سے بڑی بیٹی (محترمہ صفیہ صاحبہ) کو انہوں نے جامعۃ الصالحات، رام پور میں داخلہ دلایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ اسکول اپنے ابتدائی دور میں درجہ پانچ یا چھ ہی تک تھا۔ محترمہ راشدہ صاحبہ (مولانا کی چوتھی بیٹی) کو مولانا نے بذات خود گھر پر عربی اور انگریزی وغیرہ پڑھائی اور پھر پرائیوٹ امتحان کلیۃ البنات، بلریا گنج، اعظم گڑھ سے دلایا۔ والدہ محترمہ، ساجدہ ابواللیث فلاحی (مولانا کی پانچویں بیٹی) کو مولانا نے کلیۃ البنات، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ میں داخلہ دلایا۔ اسی وقت جامعۃ الفلاح میں لڑکیوں کا شعبہ قائم ہوا تھا، اس طرح سے موصوفہ کا شمار کلیۃ البنات کے پہلے بیچ کی فارغہ میں ہوتا ہے۔ محترمہ صالحہ تبسم (مولانا کی چھٹی بیٹی) جامعۃ الصالحات، رام پور کی فارغہ ہیں۔

مولانا کی علمی خدمات

مولانا ابواللیث صاحب شروع سے ہی پڑھنے لکھنے میں بہت ذہین تھے۔ آپ کو پانچ زبانوں (عربی، اردو، فارسی، ہندی اور انگریزی) سے واقفیت تھی، لیکن تحریریں اردو اور عربی میں ہیں۔ عربی زبان میں پڑھنے، لکھنے اور بولنے پر بہترین قدرت رکھتے تھے۔ ان کا اصلی میدان تصنیف و تحقیق خصوصاً قرآن کی تفہیم و اشاعت ہی تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ سے دوسرا ہی کام لینا تھا اس لیے آپ کو تحقیق و تصنیف چھوڑ کر قیادت و رہ نمائی کے میدان آنا پڑا۔ پھر بھی مولانا نے مختلف موضوعات پر مضامین لکھے جو الضیاء، مدینہ، فاران، ترجمان القرآن، الاصلاح اور زندگی نو وغیرہ میں شائع ہوئے۔ مولانا کی تصانیف سترہ (17) ہیں، جو کتاب، کتابچے اور تقاریر وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ جن میں ' تشکیل جماعت اسلامی ہند- کیوں اور کیسے ؟، جماعت اسلامی کا مقصد اور

طریقہ کار، جماعت اسلامی ہند - حقائق اور الزامات، داعی اور دعوت، مغرب میں اسلام کی دعوت، ملک وملت کے مسائل اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں، امت مسلمہ اور جدید تہذیبی مسائل، دعوتِ اسلامی ہندوستان میں' وغیرہ اہم ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین۔